مرثیہ

# سیفی کا نمونہ مری شمشیر زباں ہے

## ۱۶۳ بند ۱

## فضائل، ولادت وشہادت حضرۃ عباسؑ

۱ سیفی کا نمونہ مری شمشیر زباں ہے — اللہ کی تلوار کے جوہر کا بیاں ہے
قبضے میں مرے معنی والفاظ کی جاں ہے — اب سیفِ زباں نظم کے میداں میں رواں ہے
وہ رزم کے مضمون کا رن آج پڑے گا
مصرع تو کہاں ذہن کسی کا نہ لڑے گا

۲ جتنے ہمہ داں ہیں وہ مرے مرتبہ داں ہیں — یہ نظم وہ دیکھیں جو فصیحانِ جہاں ہیں
مصرع نہیں، موجیں یہ فصاحت کی رواں ہیں — معنی جو بلاغت کے ہیں موقع پہ عیاں ہیں
الفاظ ہیں وہ پاک کہ ثانی نہیں رکھتے
خالی جو لغت سے ہیں معانی نہیں رکھتے

۳ جو حاشیے کی طرح طرف دار نہ ہوں گے — میرے سخنِ صدق سے بیزار نہ ہوں گے
کیوں کر دُرِ یکتا کے خریدار نہ ہوں گے — بحرین میں ایسے دُرِ شہوار نہ ہوں گے
مضموں ہیں عباسؑ کے اعزاز و شرف کے
دیکھو تو سہی صاف یہ موتی ہیں نجف کے

۴ ہر باغ ہے گلچیں مرے مضمون کے چمن کا — ہر بحر ہے قطرہ مرے دریائے سخن کا
مصرع ہے مہِ نو مری تصنیفِ کہن کا — نقطہ ہے عطارد قلمِ نور فگن کا!
ہے مہرِ علیؑ طبعِ خداداد کی خاطر
اور ماہ بنی ہاشم، امداد کی خاطر



۵ ممدوح مرا نامِ خدا، سیفِ خدا ہے — دعویٰ جو کروں سیف زبانی کا بجا ہے
یوں قطع رہِ نظم کروں میں تو مزا ہے — سب مل کے کہیں واہ یہ انداز جدا ہے
خامے کو اُدھر خواہشِ تحریر نے تھاما
اور ہاتھ ادھر بازوے شبیرؑ نے تھاما

۶ یہ بزمِ مقدس ہے فرشتوں کی گذرگاہ ! — جس طرح سے جنت میں فقط مومنوں کی راہ
موجود ہیں تار آنسوؤں کے اور علمِ آہ — چلّہ جو بندھا عقدۂ دل کھل گئے واللہ
بے حل ہوئے مشکل نہیں رہتی ہے کسی کی
محفل ہے کہ درگاہ ہے عباس علیؑ کی

۷ کون اس کے سوا دادرسِ کون و مکاں ہے — ہے کفر بھی قائل کہ یہ ایمان کی جاں ہے
اک وصف یہ ہے، پشت و پناہِ دو جہاں ہے — خورشید علَمؑ، بدر نگیںؑ، چرخ کماں ہے
دریا دل و نیساں کف و سقائے حرم ہے
کوثر کا شرف، بحرِ عطا، ابرِ کرم ہے

۸ یکتائی کے سانچے میں شبیہ ان کی ڈھلی ہے — پیروں کا عصا، بچوں کی یہ نادِ علیؑ ہے
چاروں کُتُبِ حق کا شرف ان سے جلی ہے — یہ سورۂ اخلاصِ حسینؑ ابن علیؑ ہے
خوش رو نہ کوئی ایسا ہوا ہوگا سلف میں
حمزہؓ سے دو بالا الفِ قد ہے شرف میں

۹ جو عزّ و شرف جعفرؓ طیار نے پائے — کس جنسِ شہادت کے خریدار نے پائے
حاشا، نہ مہاجر نے نہ انصار نے پائے — پر شاہِ شہیداں کے علَمدار نے پائے
جعفرؓ بھی تصدّق ہوئے حیدرؑ کے خلَف پر
یاقوت کے پر خوب کھلے درِّ نجف پر

۱۰ شمعِ قدِ روشن کے دو پروانے یہ پر ہیں — یہ نخلِ شہادت کے دو برگِ گلِ تر ہیں
رحمت کے یہ دو ابر اِدھر اور اُدھر ہیں — رخسار ہیں یا جلوہ نما شمس و قمر ہیں
قرباں میں اس جعفرؑ ثانی کے پروں پر
ہر دم یہ ہما شاہ رہتے ہیں شیعوں کے سروں پر

۱۱ ہر شہپر زیبا ہے ورقِ مُصحفِؑ خدا کا — اک حسن کا آیہ ہے اور اک نورو ضیا کا
اک اوج ہے ایماں کا، اک شرعِ ہُدا کا — اک تاج ہے زُوّاروں کا، اک اہلِ عزا کا
وہ سایہ ہے اللہ کا یہ سایہ نبیؐ کا
وہ چترِ حسنؑ کا یہ حسینؑ ابنِ علیؑ کا

۱۲ بے پردہ ہما جن کے ہوا خواہ سلیمانؑ — جبریلؑ کہیں مثلِ پلک آنکھوں پہ ہر آں
حوریں کہیں صدقے ہیں، تو پریاں کہیں قرباں — سو جان سے ہر مُو پہ تصدّق ہیں بنی جاں
عبّاس علیؑ روحِ شہِ جنّ و بشر ہیں
یہ طائرِ روحِ شہِ مظلوم کے پر ہیں

۱۳ نے شمس جناں میں نہ قمر جلوہ فگن ہے — خورشید و قمر خلد کا یہ فخرِ زمَن ہے
شہپر نہ کہو، پہلوؤں میں جمع کرن ہے — پر نور کا ہے سر نور کا ہے نور کا تن ہے
گویا لبِ موسیٰؑ سے یہ ہیں۔ طور کے شعلے
اک شمعِ تجلّیؐ میں ہیں دو نور کے شعلے

۱۴ محشر میں بجھائے گا عزاداروں کی جو پیاس — عبّاسؑ ہے عبّاسؑ ہے عبّاسؑ ہے عبّاسؑ
عُریاں بدنی سے نہیں کچھ شیعوں کو وسواس — آئے گا جہنّم کا شرارہ نہ کوئی پاس
ہر سال جو رکھتے ہیں عَلَم اُن کا گھروں میں
پر لیں گے پھریرے کی طرح اُن کو پروں میں

۱۵ دنیا میں نہ آئے تھے اور افسانہ تھا ان کا — یوسفؑ کی جو قیمت تھی وہ بیعانہ تھا ان کا
گھر فاطمہؑ زہرا کا عزاخانہ تھا ان کا — دل احمدِؐ مختار کا پروانہ تھا ان کا
نے زخم لگا تھا نہ کوئی ہاتھ کٹا تھا
پر ننھا سا زینب کا گریباں پھٹا تھا

۱۶ تعدادن کی کھلی مُخبرِ صادقؐ کی زبانی — اوّل انھیں مولا نے کہا جعفرِؓ ثانی
وارث تھا عَلَم کا شہِ مرداں کا یہ جانی — شانوں پہ رہی دست بدست ان کی نشانی
بعد از حسنینؑ ان کو جو بیٹوں میں چنا تھا
حیدرؑ نے شرف ان کا پیمبرؐ سے سنا تھا



۱۷ یوں تبصرۂ میں کلکِ صداقت سے ہے مسطور — جس دشت میں جعفرؓ کو شہادت ہوئی منظور
فردوس سے نزدیک تھا یثرب سے بہت دُور — اک جا شررِ نار تھے اک جا چمنِ نور
مسجد یہاں روشن تھی رسولؐ دوسرا سے
آنکھوں سے حجاب اٹھ گئے تھے حکمِ خدا سے

۱۸ آئینے کے مانند تھا رن پیشِ پیمبرؐ — اس آئینے میں دیکھتے تھے تیغوں کے جوہر
تھی مثلِ الف آنکھ کے آگے صفِ لشکر — جنگاہ کی روداد بیاں کرتے تھے فرفر
پیدا لبِ جاں بخش سے اسرارِ خفی تھے
اس دم ہمہ تن گوش سب اصحابِ نبیؐ تھے

۱۹ رو رو کے کہا احمدِ مُرسل نے قضا را — لو، زیدؓ علم دار کو کفّار نے مارا
جعفرؓ نے اٹھایا علم اس وقت ہمارا — رونے لگے اصحاب گریباں کیا پارا
آہوں کا دھواں جمع ہوا ہر ایک جگہ تھا
کعبے کی طرح جامۂ مسجد بھی سیہ تھا

۲۰ ناگاہ پیمبرؐ نے کہا "ہائے برادر" — مسجد میں اٹھا شور کہ مارے گئے جعفرؓ
یہ غل تھا کہ وارد ہوئے جبریل کھلے سر — آتے ہی پڑھا فاتحہ اور بولے یہ رو کر
جعفرؓ نے تو ہاتھوں کو فدا حق پہ کیا ہے
پر دیکھیے کیا کیا انھیں مالک نے دیا ہے

۲۱ اس دم سوئے میدانِ ستم دیکھیے مولا — آلودۂ خوں اپنا علم دیکھیے مولا
جعفر کا حشَم حق کا کرم دیکھیے مولا — مشتاقِ حورانِ ارَم دیکھیے مولا
بھائی کی ترے قدر بلند آج ہوئی ہے
سو نیزوں پہ اک لاش کو معراج ہوئی ہے

۲۲ کیا دیکھتے ہیں رن کی طرف مڑ کے پیمبرؐ — ہے نیزوں کی نوکوں پہ علم لاشۂ جعفرؓ
کہتے ہیں عدو برچھیوں کو گردشیں دے کر — اَلفتح، کہ مارا گیا حیدرؑ کا برادر
تابوت ذرا جعفرِؓ طیّار کا دیکھو!
انجام پیمبرؐ کے علم دار کا دیکھو!

۲۳ پر لاش کے چوگرد فرشتوں کے پرے ہیں    یاقوت کے پر بعضوں کے ہاتھوں پہ دھرے ہیں
شہ بالِ زمرّد کہیں طوبیٰ سے ہرے ہیں    شہپر کہیں موتی کی تجلّی سے بھرے ہیں
کہتے ہیں فرشتے کہ پسند آپ کو کیا ہے
لو جعفرؓ طیّار یہ سوغات خدا ہے

۲۴ حیدرؑ کو خبر دی یہ رسولِؐ دوسرا نے    چاک اپنا گریباں کیا دستِ خدا نے
رو کر یہ تمنّا کی شہِ عقدہ کشا نے    ہوتے جو قلم راہِ خدا میں مرے شانے
بھائی کی طرح رتبۂ برتر مجھے ملتے
اللہ کی سرکار سے شہپر مجھے ملتے

۲۵ سن کر یہ تمنّا شہِ لولاکؐ پکارے    بس بس کہ یہ حصّہ ہے بھتیجے کا ہمارے
جو عاشقِ شبیرؑ ہے بیٹوں میں تمہارے    شانوں کو کٹائے گا وہ دریا کے کنارے
رتبے کی بلندی میں فلک پست ملیں گے
یاقوت کے پر اُس کو سرِ دست ملیں گے

۲۶ زہرا کوئی دو تین برس اور ہے مہماں    اک صالحہؑ سے ہوگا ترے عقد کا ساماں
اس بی بی کے فرزندِ گرامی کے ہیں قرباں    سمجھے گا نواسے کو مرے جان اور ایماں
قرباں وہ رہے گا پسرِ خیرِ نسا پر
جس طرح سے تم مجھ پہ نثار اور میں خدا پر

۲۷ جب مطلعِ قدرت سے ہو روشن وہ ستارا    منہ چوم کے تم کہیو سلام اس سے ہمارا
آنکھوں سے مری کیجیو چہرے کا نظارا    کہیو کہ چچا مر گیا مشتاق تمہارا
شبیرؑ سے دیکھیں گے رفاقت کو تمہاری
دریا پہ ہم آئیں گے زیارت کو تمہاری

۲۸ سجدہ کیا حیدرؑ نے کہ ہے اوج پہ تقدیر    کی عرض پیمبرؐ سے کہ اے صاحبِ تطہیر
سبطینؑ کو تو حق نے کیا شبّر و شبیر    تم نام مرے بیٹے کا رکھ دو کہ ہو توقیر
پر نام میں دو طرح کی تاثیر ہو پیدا
حیدر کا جلال، الفتِ شبیر ہو پیدا



۲۹ ناگاہ ندا آئی کہ ہم نام رکھیں گے    کیا فدیۂ شبیر کو ناکام رکھیں گے؟
ہم اُن کو سدا موردِ انعام رکھیں گے    عشرے میں علم ان کا خوش انجام رکھیں گے
مختار ہیں یہ مثلِ علیؑ گھر میں ہمارے
عبّاس خطاب ان کا ہے دفتر میں ہمارے

۳۰ ہے عینؑ سرِ اسم کہ ہوں گے یہ علم دار    بے سے ہے بشارت کہ یہ ہے بازوئے سالار
ایمان کا آغاز الف سے ہے نمودار    ہے سین سے سقائے سکینہ یہ خوش اطوار
ہے عین کے سر پہ جو زبر خواہشِ رب سے
یہ بازوئے شبیر زبردست ہے سب سے

۳۱ مسجد سے گھر اپنے گیا وہ قبلۂ عالم    زہراؑ سے بیاں کی خبرِ شادی و ماتم
رونے لگیں وہ اور یہ علیؑ سے کہا پیہم    مظلومیِ شبیرؑ کی کھاتے ہیں قسم ہم
لو ہم نے اجازت دی بلا جبر خوشی سے
تم عقد کرو مادرِ عباسؑ علیؑ سے

۳۲ والیؑ! وہ کہاں رہتی ہے بتلاؤ میں جاؤں    حشمت سے تجمّل سے گھر اپنے اُسے لاؤں
ہے عین خوشی ہر قدم آنکھوں کو بچھاؤں    دن دیکھ کے اچھا سا۔ دولہن اس کو بناؤں
سرگرم بلا عذر رہوں کام پہ اس کے
جاگیرِ فدک کی میں لکھوں نام پہ اس کے

۳۳ مقدور مجھے اس کی تواضع کا کہاں ہے    نوشاہِ شہیداں کے فدائی کی وہ ماں ہے
کونین میں وہ محسنِ خاتونِ جناں ہے    میں کون ہوں خود اس کا خدا مرتبہ داں ہے
گر اس کے عوض فاطمہؑ سو بار فدا ہو
حق یہ ہے کہ اُس پر بھی نہ حق اس کا ادا ہو

۳۴ پیدا ہو جو عباسؑ تو میں گود میں پالوں    جو ناز کرے فخر سمجھ کر میں اٹھا لوں
شبیرؑ کے فدیے کے سب ارماں نکالوں    بس دودھ چھڑاتے ہی میں نوشاہ بنا لوں
ننھی سی سپر پشت پہ ہو تیغ کمر میں
کاندھے پہ علم رکھ کے پھراؤں اسے گھر میں

۲۳ پر لاش کے جو گرد فرشتوں کے پرے ہیں　　یاقوت کے پر بعضوں کے ہاتھوں پہ دھرے ہیں
شہبالِ زمرّد کہیں طوبیٰ سے ہرے ہیں　　شہپر کہیں موتی کی تجلّی سے بھرے ہیں
کہتے ہیں فرشتے کہ پسند آپ کو کیا ہے
لو جعفرؓ طیّار یہ سوغات خدا ہے

۲۴ حیدرؑ کو خبر دی یہ رسولِؐ دوسرا نے　　چاک اپنا گریبان کیا دستِ خدا نے
رو کر یہ تمنّا کی شہ عقدہ کشا نے　　ہوتے جو قلم راہِ خدا میں مرے شانے
بھائی کی طرح رتبۂ برتر مجھے ملتے
اللہ کی سرکار سے شہپر مجھے ملتے

۲۵ سن کر یہ تمنّا شہِ لولاکؐ پکارے　　بس بس کہ یہ حصّہ ہے بھتیجے کا ہمارے
جو عاشقِ شبیرؑ ہے بیٹوں میں تمہارے　　شانوں کو کٹائے گا وہ دریا کے کنارے
رتبے کی بلندی میں فلک پست ملیں گے
یاقوت کے پر اس کو سرِ دست ملیں گے

۲۶ زہرا کوئی دو تین برس اور ہے مہماں　　اک صالحہؓ سے ہوگا ترے عقد کا ساماں
اس بی بی کے فرزندِ گرامی کے میں قرباں　　سمجھے گا نواسے کو مرے جان اور ایماں
قرباں وہ رہے گا پسرِ خیرِ نسا پر
جس طرح سے تم مجھ پہ نثار اور میں خدا پر

۲۷ جب مطلعِ قدرت سے ہو روشن وہ ستارا　　منہ چوم کے تم کہیو سلام اس سے ہمارا
آنکھوں سے مری کیجیو چہرے کا نظارا　　کہیو کہ چچا مر گیا مشتاق تمہارا
شبیرؑ سے دیکھیں گے رفاقت کو تمہاری
دریا پہ ہم آئیں گے زیارت کو تمہاری

۲۸ سجدہ کیا حیدرؑ نے کہ ہے اوج پہ تقدیر　　کی عرض پیمبرؐ سے کہ اے صاحبِؐ تطہیر
سبطینؑ کو تو حق نے کیا شبّر و شبّیر　　تم نام مرے بیٹے کا رکھ دو کہ ہو توقیر
پر نام میں دو طرح کی تاثیر ہو پیدا
حیدر کا جلال، الفتِ شبیر ہو پیدا



۲۹ ناگاہ ندا آئی کہ ہم نام رکھیں گے　　کیا فدیۂ شبیر کو ناکام رکھیں گے؟
ہم اُن کو سدا موردِ انعام رکھیں گے　　عشرے میں علم ان کا خوش انجام رکھیں گے
مختار ہیں یہ مثلِ علیؑ گھر میں ہمارے
عبّاس خطاب ان کا ہے دفتر میں ہمارے

۳۰ ہے عینؑ سرِ اسم کہ ہوں گے یہ علم دار　　بےؑ سے ہے بشارت کہ یہ ہے بازوِ سالار
ایمان کا آغاز الف سے ہے نمودار　　ہے سینؑ سے سقائے سکینہ یہ خوش اطوار
ہے عینؑ کے سر پہ جو زبر خواہشِ رب سے
یہ بازوئے شبیر زبردست ہے سب سے

۳۱ مسجد سے گھر اپنے گیا وہ قبلۂ عالم　　زہراؑ سے بیاں کی خبرِ شادی و ماتم
رونے لگیں وہ اور یہ علیؑ سے کہا پیہم　　مظلومیِ شبیرؑ کی کھاتے ہیں قسم ہم
لو ہم نے اجازت دی بلا جبر خوشی سے
تم عقد کرو مادرِ عباسؑ علیؑ سے

۳۲ والیؐ! وہ کہاں رہتی ہے بتلاؤ میں جاؤں　　حشمت سے تجمّل سے گھر اپنے اُسے لاؤں
ہے عین خوشی ہر قدم آنکھوں کو بچھاؤں　　دن دیکھ کے اچھا سا۔ دولھن اس کو بناؤں
سرگرم بلا عذر رہوں کام پہ اس کے
جاگیرِ فدک کی میں لکھوں نام پہ اس کے

۳۳ مقدور مجھے اس کی تواضع کا کہاں ہے　　نوشاہِ شہیداں کے فدائی کی وہ ماں ہے
کونین میں وہ محسنِ خاتونِ جناں ہے　　میں کون ہوں خود اس کا خدا مرتبہ داں ہے
گر اس کے عوض فاطمہؑ سو بار فدا ہو
حق یہ ہے کہ اس پر بھی نہ حق اس کا ادا ہو

۳۴ پیدا ہو جو عباسؑ تو میں گود میں پالوں　　جو ناز کرے فخر سمجھ کر میں اٹھا لوں
شبیرؑ کے فدیے کے سب ارماں نکالوں　　بس دودھ چھڑاتے ہی میں نوشاہ بنا لوں
ننھی سی سپر پشت پہ ہو تیغ کمر میں
کاندھے پہ علم رکھ کے پھراؤں اسے گھر میں

۴۷ بوسہ دیا رخسار پہ شاہِ شہداؑ نے — پر ہاتھ کئی بار ملے چوم کے شانے
بیٹا کیا اپنا خلفِ خیر نساؑ نے — عباسؑ کو مژدہ یہ دیا شیرِ خدا نے

لے آلِ عباؑ سے ترا پیوند ہے بیٹا
فرزندِ پیمبرؐ کا تو فرزند ہے بیٹا

۴۸ فرزندیِ شبیرؑ گرامی ہو مبارک — آقائی انھیں تم کو غلامی ہو مبارک
مقتل میں شہیدوں کی سلامی ہو مبارک — عزّو شرف جعفرؑ نامی ہو مبارک

شبیرؑ جو فرزند کہیں پیار سمجھنا
تم ان کو مگر مالک و مختار سمجھنا

۴۹ اتنے میں کہا ماں نے کہ آ، فدیۂ شبیر — قربان گئی ہو گئے آقا سے بغل گیر
مجھ کو بھی سرافراز کرو، آؤ پیو شیر — خدمت یہے جاؤ کہ بڑھے دائی کی توقیر

کاہے کو پسند آئے گی اب گود کسی کی
شبیرؑ کے آغوش میں خوشبو ہے نبی کی

۵۰ تم بھائی کے دیدار کے بھوکے ہو میں واری — تے دودھ کی پروا ہے نہ کچھ یاد ہماری
یہ کہہ کے بڑھی لینے کو وہ عاشقِ باری — اور گلے خوشامد کے زباں سے کیے جاری

منہ پھیر کے آقا کے گلے مل گئے عباسؑ
اک آن میں شبیرؑ سے یہ ہل گئے عباسؑ

۵۱ حضرت نے اشارہ کیا، پاس ان کے نہ آؤ — اماں مرے محبوب کا جی تم نہ کڑھاؤ
یہ آپ سے آئے تو اسے دودھ پلاؤ — یہ عاشقِ صادق ہے مرا بھول نہ جاؤ

جب تک کہ ہوں میں دودھ یہ جانی نہ پیے گا
اک روز مرے واسطے پانی نہ پیے گا

۵۲ القصّہ کہ ہر دم ہوئی توقیر زیادہ — سن بڑھتا تھا کم، الفتِ شبیر زیادہ
مشقِ رقمِ مصحف و تفسیر زیادہ — شوقِ ہنرِ نیزہ و شمشیر زیادہ

کچھ ہوش سنبھالا تھا کہ تلوار سنبھالی
بابا کی بھی بھائی کی بھی سرکار سنبھالی



۵۳ افضل یہ ہنر میں ہوئے سب اہلِ ہنر سے — جس طرح قمر تاروں سے اور شمس قمر سے
ہمت میں گراں قدر تھے یہ جن و بشر سے — جس طرح گہر سنگ سے اور لعل گہر سے

یوں حسن میں برتر تھے جوانانِ حسینؑ سے
جس طرح نبیؐ خلق سے اور عرش زمیں سے

۵۴ یوں سنتے تھے ارشادِ شہِ ارض و سما کو — جس طرح سے جبریلِ امیں وحیِ خدا کو
یوں دیکھتے تھے پیار سے شاہِ شہدا کو — جیسے اسداللہ رسولِؐ دوسرا کو

فاقوں میں وہ بھائی کی زیارت کا مزہ تھا
جو روزے میں قرآں کی تلاوت کا مزہ تھا

۵۵ فرمائیں ماں پوچھیں کہ اے پیروِ زہراؑ — ہاں، خدمتِ شبیرؑ کے آداب ہیں کیا کیا؟
جا کر کسی محفل میں جو بیٹھیں مرے آقا! — بیٹھوں میں دوزانو عقبِ سیّدِ والا؟

خدمت کو رہوں سامنے موجود، کہ در پر؟
نعلینِ حضور آنکھوں پہ رکھوں، کہ میں سر پر؟

۵۶ ماں کہتی تھی: شبیرؑ تو بھائی ہیں تمہارے — بچوں پہ جھگڑتے تھے کہ 'آقا ہیں ہمارے'
ہم ذرّہ ہیں، وہ عرشِ معلّٰی کے ستارے — آخر وہ یہ کہتی تھی: 'میں قائل ہوئی پیارے'

لکھ رکھنے کے قابل تری تقریر ہے' واری
یہ صحبتِ شبیر کی تاثیر ہے، واری

۵۷ اللہ رکھے ان کی غلامی میں ابد تک! — نعلینِ مبارک کا اٹھانا ہو مبارک
آنکھوں پہ رکھو، سر پہ رکھو، فخر ہے بےشک — سر پر تو ہے وہ تاج، اور آنکھوں پہ ہے عینک

اس قدر شناسی میں بڑا جاہ ملے گا
بس اور تو میں کیا کہوں اللہ ملے گا

۵۸ شہ ان سے رضامند تھے، یہ شہ سے رضامند — وہ کہتے تھے فرزند، یہ کہتے تھے خداوند
بانہوں کو بناتے تھے کبھی شہ کا کمربند — اور ہاتھ تو تھے دامنِ شبیرؑ کا پیوند

قبضہ نہ فقط دامنِ دولت پہ کیا تھا
معشوق کا دل ہاتھ میں عاشق نے لیا تھا

۵۹ یک جان و دو قالب تو زبانوں پہ ہے اکثر    موجدِ سخنِ تازہ کی ہے طبعِ سخن ور!
اعداد میں ہیں قالب و عبّاس برابر    شبّیر ہیں بے شبہ و شک جانِ پیمبرؐ
خود شان ہے قربان عجب شان ہے ان کی
قالب یہ ہیں اور جانِ نبیؐ جان ہے ان کی

۶۰ زہراؑ کی محبت کا سنا تھا جو فسانا    کچھ ہو پہ اُنھیں شام و سحر قبر پہ جانا
گہ پھول چڑھانا کبھی واں شمع جلانا    اور واں سے جو آنا تو یہ مادر کو سنانا
میں فاطمہؑ کی روح سے طالب ہوں مدد کا
دربار کیا کرتا ہوں دو وقت لحدؑ کا

۶۱ ناگاہ کیا تحریر[۲۵] یہ الفت کا خدا نے    مقتل کا قبالہ دیا مولا کو قضا نے
غربت پہ کمر باندھی امامِ غُربا نے    زہراؑ کی لحد پر کہا اُس اہلِ وفا نے
مولا جہاں جاتے ہیں۔ وہاں جاتا ہے عبّاسؑ
آدابِ غلامانہ بجا لاتا ہے عبّاسؑ

۶۲ ترتیبِ سواری میں ادھر تھے شہِ ابرار    عابدؑ کو حرم کا تھا کیا قافلہ سالار
اور سارے جواں مرگ تھے اکبرؑ کے جلَودار    ناگاہ مدینہ کی زمیں ہل گئی اک بار
گردن جو بقیعؑ[۲۸] کو پھری شاہِ ھُدا کی
دیکھا کہ لرزتی ہے لحد خیرِ نساؑ کی

۶۳ ہر بار یہ نوحہ ہے لبِ قبر سے جاری    رخصت کے لیے آیا ہے عبّاسؑ میں واری
مشہور سخی بنتِ سخی ماں ہے تمہاری    تم لا کے علم دو اسے تُربت پہ ہماری
خوش ان کو کرو منصبِ جعفرؑ کی سَنَد سے
جائے نہ تہی دست یہ زہراؑ کی لحد سے

۶۴ لے کر علم آئے سرِ تربت شہِ ابرار    عبّاس کے کاندھے پہ دھرا اور کیا پیار
مرقد سے ندا آئی: مبارک ہو علم دار!    پر میری کمائی سے خبردار، خبردار
لو جاؤ علم دار کیا خیرِ نسا نے
خلعت یہی رخصت کا دیا خیرِ نسا نے



۶۵ عبّاس پھرے گردِ لحد سر کو جھکا کے    نعرہ یہ کیا قافلۂ شاہ میں جا کے
قربان میں خاتونِ قیامت کی عطا کے    دل سے ہیں فدا فدیہ پہ شاہِ شہدا کے
زہراؑ کی سفارش سے عَلَمؑ ہم کو ملا ہے
اس قبر کی جاروب[۲۶] کشی کا یہ صِلا ہے

۶۶ ماہ رجب آخر تھا کہ یثرب ہوا برباد    غُرّہ[۲۷] تھا محرم کا کہ صحرا ہوا آباد
عاشور کی عید آتے ہی مولا ہوئے ناشاد    قربانی نبیؑ زادوں کی کرنے لگے جلّاد
گلہائے بہشتی سُمِ اسپاں کے تلے تھے
نو لاکھ کی تیغیں تھیں بہتّر کے گلے تھے

۶۷ لکھا ہے لٹی جب دلِ زہراؑ کی کمائی    تا عرش گئی مادرِ قاسمؑ کی دُھائی
پرسے کو گئے خیمے میں شہ، تاب نہ آئی    سینے سے پسر لپٹا ہوا، شانے سے بھائی
شہ رونے لگے مسندِ قاسمؑ سے لپٹ کر
یہ غم تھا کہ دم رہ گیا سینے میں اُلٹ کر

۶۸ پرسا تو دیا مادرِ قاسم کو بُلا کے    اور بیٹھ گئے زانوؤں پر سر کو جھکا کے
زینب نے بلائیں لیں شہِ تشنہ کی آ کے    سب سے کہا زردی رخِ مولا کی دکھا کے
بے جان انھیں جانِ حسنؑ کر گیا لوگو!
مرنے سے بھتیجے کے چچا مر گیا لوگو!

۶۹ شہ نے کہا: قاسم نے دیا داغ دو بارا    پہلے تو ہمیں بھانجوں کی موت نے مارا
اب زرد ہے منہ اور کبھی صدمے سے ہارا    پچھلے کو جو سجادے پہ سویا میں، قضارا
دو واقعے[۲۹] وہ دیکھے کہ ہم مر گئے زینبؑ
رو کر ہوئے بیدار تو غش کر گئے زینبؑ

۷۰ پہلے نظر آیا کہ سرِ اماں کا کھلا ہے    لال اپنے لہو سے حسنؑ سبز قبا ہے
دل پکڑے ہوئے جانِ رسولؐ دوسرا ہے    اس خواب کی تعبیر تو قاسم کی قضا ہے
پھر خواب میں دیکھا یہ حسینؑ ابنِ علیؑ نے
تلواروں سے بازو مرے کاٹے ہیں کسی نے

۷۱ زینبؑ نے کہا: خیر ہو، کیا اس کی ہے تعبیر　　عبّاسؑ کا مُنہ دیکھ کے رونے لگے شبّیرؑ
غل پڑ گیا، اب موت انھیں کی ہے گلوگیر　　چلّائے حرم ہائے شہِ تشنہ کی تقدیر
بٹیا اسی دن کے لیے بھائی کو کیا ہے
کیا موت نے زہراؑ ہی کا گھر دیکھ لیا ہے

۷۲ اتنے میں سکینہ نے کیے آ کے اشارے　　بولا ابھی نہیں جاتا ہے اب پیاس کے مارے
دنیا کا تو پانی نہیں حصّے میں ہمارے　　لے چلیے ہمیں گود میں کوثر کے کنارے
پانی ہیں وہاں ہاتھ سے دادا کے پیوں گی
دم پیاس سے ہونٹوں پہ ہے دم بھر نہ جیوں گی

۷۳ عبّاسؑ پکارے کہ بھلا مشک تو لاؤ　　تم ہاتھ سے اپنے ہمیں سقّا تو بناؤ
اور زیرِ فلک ننھا سا سجّادہ بچھاؤ　　سر کھول کے قبلے کی طرف ہاتھ اٹھاؤ
حق چاہے تو پتھر ابھی ہو جاتے ہیں پانی
بی بی کے لیے نہر سے ہم لاتے ہیں پانی

۷۴ مشکیزہ اُدھر لائی وہ بنتِ شہِ والا　　بسم اللہ اِدھر کہہ کے چچا سامنے بیٹھا
لے لے کے بلائیں وہ بنانے لگی سقّا　　مشکیزے سے شانے کی ہوئی شان دوبالا
حضرت سے یہ کی عرض کہ مشتاقِ قضا ہوں
شہ بولے: کمر توڑ دو میں راضیِ برضا

۷۵ تم زندہ ہو اور اپنی اجل آئی ابھی سے　　بھائی کی کمر ٹوٹ گئی بھائی، ابھی سے
لو جاتی رہی آنکھوں کی بینائی، ابھی سے　　ہے پیشِ نظر لاش کی تنہائی، ابھی سے
ارمان نہ پورے ہوئے مجھ کُشتۂ غم کے
تم لاش مری لائے نہ سائے میں علم کے

۷۶ گھوڑے پہ چڑھائے گا تمہیں بھائی تمہارا　　تم قبر میں مردہ نہ اتارو گے ہمارا؟
اللہ! علم دار کیا ہم سے کنارا!　　پردیس میں تابوت ہمارا نہ سنوارا
تم چھٹ گئے بھائی سے تو سب چھٹ گئے عبّاسؑ
سر کھل گیا زینبؑ کا، حرم لٹ گئے، عبّاسؑ



۷۷ غازی نے یہ سن کر سرِ تسلیم جھکایا!　　اور در کے قریب آن کے زوجہ کو بلایا
کچھ اس سے کہا، سنتے ہی زیور کو بڑھایا　　زینب نے سبب پوچھا تو رو کر یہ سنایا
کہتے ہیں کہ تو لاکھ کے رَنڈے میں گھروں گا
مہر اپنا مجھے بخش دو جینا نہ پھروں گا

۷۸ ہر چند رنڈاپے کا بڑا جبر و ستم ہے　　پہ ناچ میں معصوم سکینہؑ کا قدم ہے
شاہد مری رہیو نہیں زہراؑ کی قسم ہے　　بخشا انھیں لونڈی نے نہ اب فکر نہ غم ہے
مہر اُن پہ تصدّق، یہ سکینہ پہ تصدّق
میں بانوئے سلطانِ مدینہ پہ تصدّق

۷۹ ناگہ درِ دولت پہ سواری کا ہوا غل　　چلّائے شکوہ و حشم و جاہ و تجمّل!
سامانِ سواری یہاں موجود ہے بالکل　　رہوارِ ظفر، زینِ شرف، فرجِ توکّل
اب جانبِ خیمہ پُرِ سش لشکرِ بد ہے
یا حضرتِ عبّاسِؑ علی وقتِ مدد ہے

۸۰ اَسوار ہوا جلد علم دارِ گرامی!　　اکبر نے رکاب اور عناں شاہ نے تھامی
اقبالِ دو عالم نے دیا خطِّ غلامی　　ہے چرخِ بریں جھک کے زمیں، اٹھ کے سلامی
کیوں دامنِ دولت نہ کھول دامنِ زیں کو
دامن میں لیا زین نے اس دولتِ دیں کو

۸۱ اللہ رے طمانچہ رخِ روشن کی چمک کا　　تھا دور پہ مُنہ پھر گیا خورشیدِ فلک کا
سکتے میں تھے عالم یہ ہوا جنّ و ملک کا　　طالب ہوا ہر ثابت و سیّارہ کمک کا
روشن ہوئی اس درجہ زمیں نور سے زیں کے
پروانہ صفت عرش پھرا گرد زمیں کے

۸۲ یک دفعہ پھری مُردنی چہرے پہ اَجل کے　　مہتابؑ نئی دن کو چھپٹی منہ پہ زُحل کے
چلنے لگے سیدھے فلک اس وقت دہل کے　　سو مرتبہ سورج پہ گرا چاند اچھل کے
مرّیخ کشش و پنج میں تھا چرخ سے ہٹ کر
عقرب ہوا برقعِ مہِ تاباں کا اُلٹ کر

۸۳ عبّاس سے کیا زین مُزیّن نظر آیا — یوسفؑ بھی نہ یوں چشمِ زلیخا میں سمایا
پھر نورِ نگہ دیدۂ یعقوبؑ نے پایا — گویا سرِ کرسی پہ کیا عرش نے سایا
یوں زین پہ زینت تھی علم دارِ جری کی
جیسے دلِ مومن میں جگہ حُبِّ علیؑ کی

۸۴ لو مومنو اب نظم کے میدان کو دیکھو — ہاں آمدِ عبّاسؑ کے سامان کو دیکھو
سَحباں کا سنو ذکر نہ حسّان کو دیکھو — سقائے سکینہ کے ثنا خوان کو دیکھو
سرمہ ہے نجف کا یہ سخن ، گرد نہیں ہے
آمد کے مضامیں میں آورد نہیں ہے

۸۵ مانندِ اذاں غُلغُلے ہیں صَلِّ عَلیٰ کے — حاضر ہیں فلک پیشِ نگہ سر کو جھکا کے
مَردُمِ سُمِ تَوسَن کے نشاں راہ میں پا کے — عینک کی طرح آنکھوں پہ رکھتے ہیں اٹھا کے
چلّاتی ہے شوکت کہ درود ان پہ پڑھے جاؤ
فرماتی ہے ہمّت کہ بڑھے جاؤ بڑھے جاؤ

۸۶ جاسوسِ عمر گوشوں میں اِستادہ ہے غم ناک — شہراہ میں لعینوں کی بھی بیٹھی ہوئی ہے ڈاک
لے لے کے خبر اڑتے ہیں ہرکارۂ چالاک — ہر مورچہ کے گردِ طلایہ میں ہیں سفّاک
صدقے فرسِ بازوئے شاہِ دوجہاں پر
مثلِ خبر آتا ہے خلائق کی زباں پر

۸۷ گھوڑا جو تڑپ کر تہِ راں بول رہا ہے — کہتے ہیں عدو : شیر کہاں بول رہا ہے
بعضوں کا اِشارہ ہے کہ واں بول رہا ہے — رہوارِ علم دارِ جواں بول رہا ہے
نعرے میں ہے ضیغم ، یہ غضب تیز پری ہے
افلاک کے توشیشوں میں بس ایک پری ہے

۸۸ جب باگ ہلی آمدِ محشر نظر آئی — لشکر میں قیامت اِدھر آئی اُدھر آئی
چمکا ہے عَلَم چار طرف یہ خبر آئی — لو کاہکشاں آج فلک سے اُتر آئی
جب ہاتھ میں تلوار کا پَرتَو نظر آیا
خورشید کے پنجے میں مہِ نَو نظر آیا



۸۹ آگے کفِ اقبال میں توسَن کی عناں ہے — اور پہلوؤں میں بختِ رسا ، عقل جواں ہے
بائیں کو زمیں فخر سے لبّیک کناں ہے — بالا کو جو دیکھو تو فلک فاتحہ خواں ہے
اک چشمِ ترحّم کا گذر لاکھ جگہ ہے
یاں بندہ نواز اور ادھر پیشِ نگہ ہے

۹۰ اللہ رے نورِ بدنِ پاک کا سایا — ہر ذرّے کو خورشید کی مسند پہ بٹھایا
ہر ایک شجر کو شجرِ طور بنایا — ہر ایک جگہ نورِ مجسّم نظر آیا
مُردوں کا یہ عالم ہوا اس جلوۂ تن سے
جیسے کوئی چونک اُٹھتا ہے سورج کی کرن سے

۹۱ خادم ہیں شجاع ان کے ، یہ ہیں عینِ شجاعت — بندے ہیں سخی ان کے ، یہ ہیں معنیِ سخاوت
ہمّت کو سکھا دیتے ہیں یہ معنیِ ہمّت — اعجاز کو اعجاز کرامت کو کرامت
کیسے بنی آدم کہ یہ آدم کے شرف ہیں
کس گنتی میں عالم ، یہ دو عالم کے شرف ہیں

۹۲ اک حاشیہ اِس روئے کتابی کا ہے قرآں — اک شعلہ ہے اس شمع کا خورشیدِ درخشاں
اس باغ کی شبنم ہے بہشتوں کا گلستاں — اس گنج کا دینار ہے اک یوسفؑ کنعاں
بندوں میں کب اس حسن و لطافت کا ہے چہرہ
حقّا کہ یہ اللہ کی قدرت کا ہے چہرہ

۹۳ یہ بھوک ، یہ پیاس اور یہ جہاں کا ستم و غدر — اس رنگ میں بھی عارضِ پر نور کی ضو ، بدر
زُلف و خط و ابرو کا عجب رتبہ عجب قدر — بس ایک انھیں تین شبوں میں ہے شبِ قدر
یعنی یہ ہے کہ قدرت کی تجلّی کا نشاں ہے
یہ مدِّ نگہ بیچ میں آنکھوں کے عیاں ہے

۹۴ سبزے کو یہ خطِ خضرؑ ممُط کرتا ہے گویا — یہ لال کو بے حرف غلط کرتا ہے گویا
طوطی کو تو آئینہ فقط کرتا ہے گویا — آئینہ کو یہ طوطیِ خط کرتا ہے گویا
مدّاح کا دل خط کے شرف کھول رہا ہے
لو آئینہ طوطی کی طرح بول رہا ہے

۹۵ کیا چشم ہے کیا غازیِ حق بیں کی نظر ہے   انوارِ خدا جس میں بھرے ہیں یہ وہ گھر ہے
عاجز دمِ نظارہ ہر اک جنّ و بشر ہے   آگے نہیں بڑھتی ہے نگہ جلنے کا ڈر ہے
پر آنکھ وہ گھر ہے کہ ضیا جس میں بڑی ہے
پلکوں کی طرح سب کی نگہ در پہ کھڑی ہے

۹۶ وہ مطلعِ ابرو جو ہے توحیدِ خدا میں   ثانی نہیں اس فرد کا بیتِ دوسرا میں
دیکھی نہیں یہ بات مہِ نو کی ضیا میں   ایسا نہیں اک بال پر و بالِ ہما میں
قبلے کے لیے کعبۂ آداب یہی ہے
کعبے کے لیے سجدے کی محراب یہی ہے

۹۷ گو دانت ہیں بتّیس مگر غور کی جا ہے   موتی کی یہ سُمرَن پئے تسبیحِ خدا ہے
اک دانے کو کم اس لیے سُمرن سے کیا ہے   یعنی سخن ان کا گہرِ دُرجِ صفا ہے
سُبحہ یہ ہے اور پیشِ امام اس میں زباں ہے
جس وقت سنو ذکرِ خدائے دو جہاں ہے

۹۸ شبّیر ہیں نام اور نگینہ ہے یہ سینہ   دریائے محبت کا سفینہ ہے یہ سینہ
توقیر میں تابوتِ سکینہ ہے یہ سینہ   ایمان و شریعت کا خزینہ ہے یہ سینہ
کب علم سے اس صدر کے آگاہ ملک ہے
جبریلؑ کی تحصیل تو سِدرَہ ہی تلک ہے

۹۹ اس حسن سے دریا کو علم دار رواں ہیں   رن میں عمر و شمر میں باہم یہ بیاں ہیں
اب تک نہ خبر لائے خبردار، کہاں ہیں   عرصہ ہوا جاسوس بھی نظروں سے نہاں ہیں
کیا ہوگا اگر یک بیک آ جائیں گے عباسؑ
بس خاک میں ہم سب کو ملا جائیں گے عباسؑ

۱۰۰ ناگہ علموں نے سرِ تسلیم جھکائے   سب فوج نے تاج و کُلَہ و خود گرائے
اک مرتبہ نو لاکھ نے یہ شور مچائے   لو، جان چلی، حضرتِ عباسؑ وہ آئے
اک بولا: وہ پنجۂ علمِ سبز کا چمکا
اک نے کہا: اڑتا ہے پھریرا وہ علم کا



۱۰۱ کیا دیکھتا ہے سعد کا فرزندِ بد اطوار   ہیں گردِ سواری کی طرح پیچھے خبردار
چلّا کے کہا: دور ہو، بس آنا ہے بے کار   تم کیسے قدیمی ہو خلیفہ کے نمک خوار
لائے ہو خبر اب کہ ہمیں بے خبری ہے
یہ سر پہ اجل ہے، وہ علم دارِ جری ہے

۱۰۲ کی عرض خبر داروں نے بھی آنکھ بدل کے   بھیجا تھا ہمیں آپ نے تو منہ میں اجل کے
تھوڑا ہے کہ ہم مرتے گئے ان سے دہل کے   آ سکتا ہے بجلی سے کوئی آگے نکل کے
ہم نے جدھر اس رخش کو مڑتے ہوئے دیکھا
پارے کی طرح دھوپ کو اڑتے ہوئے دیکھا

۱۰۳ پھر دیکھ کے آئے کئی جاسوس قضا را   للکارا عمر: ضبط ہے گھر بار تمہارا
تھرّا کے وہ بولے کہ بھلا جرم ہمارا؟!   اک چھوٹے سے سیّد کی فغاں نے ہمیں مارا
شبّیرؑ پیمبرؐ کا پسر ہے کہ نہیں ہے؟
سادات کے نالوں میں اثر ہے کہ نہیں ہے؟

۱۰۴ اسوار ہوا جب اسد اللہ کا پیارا   اک طفلِ حسین، "وا ابتا" کہہ کے پکارا
اور ننھے سے ہاتھوں سے گریباں کیا پارا   گہ زلفوں کو نوچا، کبھی ٹوپی کو اتارا
سر ننگے علم دار کا سب کنبہ کھڑا ہے
اب تک درِ خیمہ پہ وہ بیہوش پڑا ہے

۱۰۵ اب غل ہے کہ مرنے کے لیے آتے ہیں اکبرؑ   سر، پاؤں پہ ہر بی بی کے نہوڑاتے ہیں اکبرؑ
مادر سے جو حق دودھ کا بخشاتے ہیں اکبرؑ   اس طرح وہ روتی ہے، لرز جاتے ہیں اکبرؑ
زینب کہیں بے دم ہے، کہیں مرتی ہے بانو
بن بیاہے کو امت پہ فدا کرتی ہے بانو

۱۰۶ خوش ہو کے عمر نے دیا جاسوسوں کو انعام   بولا مرے اقبال سے زہراؑ کا مٹا نام
عباسؑ نے سن کر کہا، او دشمنِ اسلام!   کیا بکتا ہے بیہودہ، زباں تھام، زباں تھام
کیوں نیزے کی سوزن سے کروں بخیہ دہاں کو
ہے شرط، ابھی کھینچ لوں تالو سے زباں کو!!

۱۰۷ ملتا ہے [illegible] کہیں عالمہؑ کا نام؟ — اس نام کی دو مُہریں ہیں، اک شرع، اک اسلام
قرآں کی تلاوت میں ہے یہ نام خوش انجام — یہ نام ہے تسبیحِ ملائک سحر و شام
باعث یہ ہوا معرفتِ ربِّ ہدا کا!
اس نام سے بندوں نے نشاں پایا خدا کا!

۱۰۸ کیوں، عرش مکاں کون ہے؟ شبیرؑ ہے، شبیرؑ — قدرت کا نشاں کون ہے؟ شبیرؑ ہے شبیرؑ!
خالق کی زباں کون ہے؟ شبیرؑ ہے شبیرؑ — دینِ دوجہاں کون ہے؟ شبیرؑ ہے شبیرؑ
مانندِ خدا ایک حسینؑ ابن علیؑ ہے
مختارِ شکوہِ ابدی و ازلی ہے

۱۰۹ جو مصحفِ ناطق کا ہو خواہاں پئے تفسیر — مُصحف کو رکھیں سر پہ حدیثیں کہ ہے شبیرؑ
کس کے لیے یہ گلشنِ جنّت ہوا تعمیر — جاری لبِ کوثر پہ ہے نامِ شہِ دلگیر
پوچھے جو بیاباں میں کوئی قبلہ کدھر ہے؟
کعبے سے ندا آئے کہ شبیر جدھر ہے

۱۱۰ پوچھے جو قمر: نورِ خدا کون بشر ہے؟ — کلمہ یہ پڑھے صبح کہ زہراؑ کا پسر ہے
گر مہر کہے: کون نبوّت کا قمر ہے؟ — تارے یہ قسم کھائیں کہ حیدرؑ کا جگر ہے
آگاہ ہے ہر گوہرِ شہوارِ شرف سے
کونین کی ہے آبرو اس دُرِّ نجف سے

۱۱۱ گر عرش کہے: کس کا عمل فرش تلک ہے! — ذرّے کہیں: شبیرؑ، وہ بے شبہ و شک ہے
پوچھے جو زمیں کون امامت کا فلک ہے! — افلاک پکاریں: یہ شہِ جنّ و ملک ہے
پوچھیں جو بشر: کون فرشتوں کا شرف ہے؟
جبریل پکاریں، کہ وہ زہراؑ کا خلف ہے

۱۱۲ یہ نورِ خدا، آبِ بقا، خاکِ شفا ہیں — یہ چشمِ حیا، دستِ سخا، پائے وفا ہیں
یہ ہیں سپر ایماں کی تو ہم سیفِ خدا ہیں — یہ قبلۂ اسلام ہیں، ہم قبلہ نما ہیں
وہ خُلق میں شبّرؑ ہیں، مُروّت میں نبیؐ ہیں
ہم زور میں ہاشم ہیں شجاعت میں علیؑ ہیں



۱۱۳ کب نوحؑ کو یہ پیاس کا طوفاں نظر آیا — ایوبؑ کو کب گنجِ شہیداں نظر آیا!
یعقوبؑ کو یوسفؑ نہیں بے جاں نظر آیا — شبیرؑ کو سب آج یہ ساماں نظر آیا!
اللہ رے تحمّل کہ تأسّف نہیں کرتے
کٹتا ہے جگر تیغوں سے اور اُف نہیں کرتے

۱۱۴ حملے میں ہے میرا فرسِ تیز قدم شیر — روباہوں کا خوں پیے گی شمشیرِ دُودم شیر
ناوک ہے مرا شیر، سناں شیر، علم شیر — بابا مرے اللہ کے شیر اور میں شمشیر
خیبر شکن اس عہد کا ہوں صف شکنی میں
شمشیرِ خدا میں بھی ہوں شمشیر زنی میں

۱۱۵ اعجاز کے گل کھلتے ہیں گلشن میں ہمارے — ہر قطرہ گہر بنتا ہے معدن میں ہمارے
سر کٹنے پہ بڑھتے ہیں قدم رن میں ہمارے — شیر آن کے چھپ رہتے ہیں دامن میں ہمارے
ہے قہرِ خدا تیغِ دو دم حزبؓ ہماری
گردوں کی سپر سے نہ رکے ضرب ہماری

۱۱۶ جنت ہے ولاؑ، نار عداوت ہے ہماری — آرام ہے دیں، کفر اذیت ہے ہماری
حیران ہیں سب جس میں وہ قدرت ہے ہماری — جنبش ہو پہاڑوں کو وہ قوت ہے ہماری
گو ہاتھ ہیں فاقے کے شکنجے میں ہمارے
پُر زورِ یداللہ ہے پنجے میں ہمارے

۱۱۷ جانے دو مجھے نہر پہ گر صلح کی ہے چاہ — پیاسے شبِ ہفتم سے ہیں اطفالِ شہنشاہ
کانوں پہ رکھے ہاتھ سبھوں نے کہ نہ واللہ! — بھیجو ہمیں دوزخ میں تو دریا کی ملے راہ
منظور ہے شرا خیر، جییں گے کہ مریں گے
بھر لیجیے گا مشک، تو تسلیم کریں گے

۱۱۸ عباسؑ نے فرمایا: بھلا، خیر نہ مانو — لو باگ میں لیتا ہوں، سنبھل جاؤ، جوانو!
مڑ کے نہیں شیر آتا ہے، ہاں برچھیاں تانو — سقّائے سکینہؑ کو لبِ نہر ہی جانو
اب بوذرؓ و سلماںؓ کا خوف زادہ نہیں رکتا
سب رکتے ہیں خالق کا ارادہ نہیں رکتا

١١٩ طوفاں کی طرح فوج بڑھی جوشِ دغا سے        اندھیر ہوا گھاٹ پہ ڈھالوں کی گھٹا سے
رد کے ہوئے تھے آبِ رواں خوں کے پیاسے        سرعت نے کہا "ہاں" فرسِ اہلِ وفا سے
گھوڑوں کو سفر وقت[۴۹] تگاپو نظر آیا
لشکر کے سمندر میں یہ ٹاپو نظر آیا

١٢٠ ہر سو جو کیا قلزمِ لشکر کا نظارا        دل تیغ کے پیراک کا لہرایا قضارا
عباسؑ کا پایا جو سرِ دست اشارا        ملبوسِ نیام اس نے نہانے کو اتارا
غوطے کا مزہ صاف لبِ تیغ پہ آیا
پانی لبِ ساحل کی طرح منہ میں بھر آیا

١٢١ سب ضربِ دمِ تیغ سے اَلموت، پکارے        مصرع سے ہوئے قافیہ کی طرح کنارے
تھا بحرِ[۵۰] خفیف آبِ دمِ تیغ کے مارے        غرقاب غرض قطعے زمیں کے ہوئے سارے
زاہد کو تیمم کا ٹھکانا نہ کہیں تھا
شاعر کے لیے بحرِ سخن قحطِ زمیں تھا

١٢٢ باراں کی دعا تیغ پہ جوہر سے رقم تھی        طوفاں تھا وہ قبضہ میں کہ موج اسکی ستم تھی
اک بوند تلاطم میں سمندر سے نہ کم تھی        جو کشتیِ ہستی تھی وہ غرقابِ عدم تھی
غل تھا کہ زمیں نم ہے جہنم کی، یہ کیا ہے
مالک نے کہا، قہرِ خدا، قہرِ خدا ہے

١٢٣ طغیانیِ آب و شررِ تیغ دو دم سے        طوفان سا اٹھتا تھا دھواں فوجِ ستم سے
آزردہ جو یہ تیغ ملی زندوں کے دم سے        دم ہو گیا اس وقت جدا لفظِ عدم سے
شمشیر تھی ہشیار اجل غش میں پڑی تھی
بیٹھی تھی قضا کرنے میں، تلوار کھڑی تھی

١٢٤ خاشاکِ صفت لشکرِ ملعوں کو بہایا        اشجار کو، کہسار کو، ہاموں[۵۱] کو بہایا
گہہ گادِ زمیں کو کبھی قاروں کو بہایا        سب ایک طرف، گنبدِ گردوں کو بہایا
لاغر خطرِ آبِ رواں سے جزو کل تھے
تم ہو کے قدِ خشک عدو، چوب کے پل تھے



١٢٥ گو خوف سے خود عازمِ[۵۲] دوزخ تھے ستم گار        پر کشورِ اقلیمِ شجاعت تھے علم دار
جب تک نہ لگی ضرب، گیا اک نہ سوئے نار        بے سکۂ شاہی نہ چلے جیسے کہ دینار
اک ضرب سے دو مثلِ زرِ قلب[۵۳] بدن تھا
عباس کے قبضے میں ید اللہ کا چلن تھا

١٢٦ جب اٹھ کے گری تیغ صفِ دشمنِ دیں پر        سر کٹ کے ہوا ہو گئے آئے نہ زمیں پر
دہشت سے گرے سر فلکِ ہفت جبیں پر        پانی ہوا بجلی کا جگر چرخِ بریں پر
باراں نے کہا: اڑتا ہے خوں فوجِ لعیں سے
سر مردوں کے گردوں پہ برستے ہیں زمیں سے

١٢٧ سرشار کھڑی تھیں جو صفیں نشۂ مے میں        اک فکر زر و مال میں اک خواہشِ رسّے[۵۴] میں
یہ آبِ دمِ تیغ نہ ٹھہرا کسی شے میں        نشّے کی طرح دوڑ گیا ہر رگ و پے میں
بدمستوں کے پیمانۂ دل ٹوٹے ہوئے تھے
حربوں کا تو کیا ذکر ہے، جی چھوٹے ہوئے تھے

١٢٨ تلوار کی بجلی خس و خاشاک سے نکلی        ڈوبی جو زمیں میں تو یہ افلاک سے نکلی
تحسین دلِ لشکرِ سفّاک سے نکلی        مغفر میں چھپی سینۂ ناپاک سے نکلی
پرتو جو پڑا رنگ اڑایا سپروں کا
ہم رنگِ سپر جل کے ہوا خوں جگروں کا

١٢٩ صرصرِ عقبِ رخشِ خوش انداز نہ آئی        ٹاپوں سے صدا وقتِ تگ و تاز نہ آئی
گویا کہ اڑا ہوش اور آواز نہ آئی        پریوں کو یہ رفتار یہ پرواز نہ آئی
صرصر نے وظیفہ کیا رہوار کا کلمہ!
بجلی نے پڑھا تیغِ علم دار کا کلمہ!

١٣٠ ران تیغ سے اور چرخ گریزاں ہوا ران سے        قبریں ہوئیں مُردوں سے جدا، مردے کفن سے
ہر خود گرا فرق سے اور فرق بدن سے        دل سینہ سے، نور آنکھوں سے اور دانت دہن سے
جوہر تبر و تیغ سے اور پنجہ نشاں سے
پر تیر سے، پھل برچھیوں سے، چلّے کماں سے

۱۳۱ ٹھہرا نہ پرا، شمشیر جو بائیں آئی جھپٹ کر　　پوشیدہ ہوئی قبضے میں ہر تیغ سمٹ کر
گوشے میں کماں چھپ گئی شانے سے لپٹ کر　　اسوار کو سیدھا کیا توسن سے الٹ کر
خود کفر یہ کہتا تھا: ارے کلمہ پڑھو تم
سر پاؤں پہ گرتے تھے کہ آگے نہ بڑھو تم

۱۳۲ اڑ اڑ کے یہ رنگِ سیہ فوج نے گھیرا　　کفار کی قبروں کا ہوا رن میں اندھیرا!
منہ روز نے خورشید صفت کانپ کے پھیرا　　اندھیر پکارا کہ بس اب دور ہے میرا
ظلمت سے، زمیں رن کی سیہ پوش ہوئی تھی
باتوں کو رہِ گوش فراموش ہوئی تھی

۱۳۳ رن میں جو کسی روکنے والے کو نہ پایا　　شمشیر بکف ابرِ کرم نہر پہ آیا
اُس دُرِّ نجف کا جو پڑا موج میں سایا　　دریا گہرِ صاف کے پانی میں نہایا
انگلی سے جو ماتھے کا عرق پاک کیا تھا
دریا کا شکم موتیوں سے پاٹ دیا تھا

۱۳۴ دریا سے مخاطب ہوا حیدرؑ کا وہ جانی　　کیوں، نذرِ سکینہ میں بھروں مشک میں پانی
آئی یہ ندا بشرق سے اے جعفرؑ ثانی　　پر پیاسوں کی تقدیر میں ہے خشک زبانی
جز صبر دوا تشنہ دہانی کی نہیں ہے
تقدیر میں اک بوند بھی پانی کی نہیں ہے

۱۳۵ دریا سے عجب شان بنائے ہوئے نکلے　　اک حسن کے قلزم میں نہائے ہوئے نکلے
مشکیزے کو کاندھے سے لگائے ہوئے نکلے　　پر زیرِ سپر اس کو چھپائے ہوئے نکلے
بدلی کی طرح چھائے عدو حکمِ عمر سے
بوچھار پڑی تیروں کی، مینہ تیروں کے برسے

۱۳۶ یاں ایک بلندی درِ خیمہ کے جو تھی پاس　　بے فوج کا سردار کھڑا تھا وہاں بے آس
سید کی تو آنکھیں نگراں تھیں سوئے عباسؑ　　منہ اُن کا حرم دیکھتے تھے در سے بعد یاس
واں نہر پہ غل اٹھتا تھا، یاں درد جگر میں
تاریک تھا دن آلِ پیمبر کی نظر میں



۱۳۷ چہرہ شہِ بے کس کا ہوا زرد قضا را　　اکبر نے دعا کے لیے عمامہ اتارا
گھبرا کے درِ خیمہ سے زینبؑ نے پکارا　　عباسؑ پہ کیا گذری، کہو جلد، خدارا
سنتی ہوں کہ اب خیر سے خیمے کو پھرے ہیں
حضرت نے ملے ہاتھ کہ لشکر میں گھرے ہیں

۱۳۸ منہ پیٹ کے بانو یہ سکینہ کو پکاری　　ہر بات پہ ضد کرتا برا ہوتا ہے واری
لو ہوتی ہیں اب رانڈ چچی جان تمہاری　　اب کس کے چچا جان کو گھیرے ہیں پیاری؟
حضرت نہیں جیتے کے اس اندوہ و تعب سے
سب گھر کی تباہی ہوئی بی بی کے سبب سے

۱۳۹ شرما کے یہ کہنے لگی وہ نازوں کی پالی　　ہے ہے یہ بلا میں نے چچا جان پہ ڈالی؟
قربان ہوئی نہر پہ میں بھیجنے والی　　اللہ نہ ٹوٹے کمرِ سید عالی
جس وقت بلائیں میں چچا جان کی لوں گی
یہ بالیاں کانوں کی تری راہ میں دوں گی

۱۴۰ ناگاہ ہوا عرصۂ مقتل تہہ و بالا　　اور بیٹھ گئے دل کو پکڑ کر شہِ والا
منہ پردے سے پھر زینبِ مضطر نے نکالا　　پوچھا، تو کیا شاہِ شہیداں نے یہ نالا
اب منہ سے نکلتا ہے کلیجہ مرا پھٹ کر
سینہ پہ لگا تیر، گرے بھائی الٹ کر!

۱۴۱ زینب نے جو گردن طرفِ نہر پھرائی　　چلائی کہ ہے ہے، شہِ مرداں کی کمائی،
اک چیز چمک کر مجھے گرتی نظر آئی　　پنجہ یہ نشاں کا ہے کہ پرچم ہے، وہ بھائی
بازوے علم دار قلم ہو گیا لوگو!
ٹھنڈا مرے بھائی کا علم ہو گیا لوگو!

۱۴۲ کیوں صاحبو! سر ننگے میں اب خیمے سے جاؤں؟　　ماتھے پہ لہو سقے کے شانے کا لگاؤں؟
دریا پہ صفِ ماتمِ عباسؑ بچھاؤں؟　　اماں کو بھی اس وقت بقیعے سے بلاؤں؟
بابا کی شہادت کا قلق تازہ ہوا ہے
سیدانیو! میرا علویؑ بھائی موا ہے

۱۴۳ پھر بیوۂ مسلم کو پکاری وہ دل افگار — بھائی ہے حقیقی ترا عباس خوش اطوار
دے اِذن تو ساماں کروں ماتم کا میں ناچار — وہ بولی کہ مالک ہیں حضور، اور شہِ ابرار
پر آپ ترائی میں جو کھوئے ہوئے سر جائیں
اکبرؑ تو نہ غیرت سے گلا کاٹ کے مر جائیں

۱۴۴ سیدانی نے منہ اکبرؑ مظلوم کا دیکھا — نہیوڑا لیا شہزادے نے تھرّا کے سراپا
سمجھیں کہ رضائے علیؑ اکبر نہیں اصلا — زینبؑ نے وہیں بیٹھ کے، منہ پر لیا پلاّ
یاں شورِ فغاں گنبدِ دوّار پہ پہنچا
سردار وہاں لاشِ علم دار پہ پہنچا

۱۴۵ دیکھا کہ علم دار کو قربانی کی ہے عید — منہ پھیرے ہیں دریا سے کہ تسنیم کی ہے دید
پیدا ہے ہر ایک بات سے اللہ کی تائید — گہ پڑھتے ہیں "لیس" کبھی کلمۂ توحید
معبودِ حقیقی کی عدالت کا بیاں ہے
محبوبِ الٰہی کی رسالت کا بیاں ہے

۱۴۶ ہے وِردِ زباں : "حیدرِ کرارِ امامی" — "حقا کہ حسن سیدِ ابرار امامی"
"شاہِ شہدا، فدیۂ غفار، امامی — محتاجِ دوا عابدِ بیمار امامی"
یا رب میں ترے بارہ اماموں پہ تصدق
شبیرؑ کی اولاد کے ناموں پہ تصدق

۱۴۷ شہ بولے لپٹ کر : یہ برادر ترے صدقے — بھائی! مرا بابا، مری مادر ترے صدقے
بھائی! مرا اکبر، مرا اصغر ترے صدقے — بھائی! مرے شیعہ، مرا سب گھر ترے صدقے
تجھ سا نہ کوئی اہلِ وفا ہوئے گا عباسؑ
میں اس پہ تصدق جو تجھے روئے گا عباسؑ

۱۴۸ غازی نے دعا دی کہ ہمیشہ رہو آباد — خالق، علی اکبر کو کرے صاحبِ اولاد
شیعوں کی ترقی ہو، موالی رہیں دل شاد — لو جاتا ہوں اللہ نے بندے کو کیا یاد
لبیک، پیمبرؐ مجھے فرماتے ہیں آقا
بابا بھی وہ سر ننگے چلے آتے ہیں آقا



۱۴۹ یہ کہہ کے تبسم کیا پھر لب نہ ہلایا — سینہ میں رکی سانس، جبیں پر عرق آیا
آنکھوں کی سیاہی کو سپیدی نے چھپایا — منکا جو ڈھلا، سر قدمِ شہ پہ جھکایا
غش ہو گئے شبیر فضا کر گئے عباسؑ
تھرّا کے بدن رہ گیا اور مر گئے عباسؑ

۱۵۰ جا کر درِ خیمہ پہ کسی نے یہ سنایا! — ہم شکلِ نبی دوڑو کہ حضرت کو غش آیا
آ کر علی اکبر نے جو مولا کو اٹھایا! — شہ بولے کہ بھائی سے مقدر نے چھڑایا
فریاد ہے عباس نے چھوڑا علی اکبرؑ
دم بھی مری آغوش میں توڑا علی اکبرؑ

۱۵۱ پھر لاش پہ یہ مرثیہ پڑھنے لگے رو کر — افسوس تری بے کسی و یاس برادر
ہے ہے مرے عاشق، تجھے گھیرے رہا لشکر — ہم بہر مدد آ نہ سکے وائے مقدر
غم سے ترے تڑپے گی مری روح بدن میں
جب تک نہ بدن ہوئے گا پوشیدہ کفن میں

۱۵۲ عباسؑ! اب نہ ہو گا یہ کسی اہلِ وفا سے — بھولے نہ مری پیاس، رہے نہر میں پیاسے
کنیتؑ جو ابوالفضل تھی افضالِ خدا سے — تم بعدِ شہادت ہوئے افضل شہدا سے
کیا خوب بجا لائے ہو فرمان خدا کا
عباس درود آپ پہ ہر آن خدا کا!

۱۵۳ ہے ایک روایت میں کہ لاشے کو سنبھالا — خیمے کو مع لاش چلے سیدِ والا!
آگے علم و مشک لیے گود کا پالا — ٹکڑے تھا علم دار حیدری کا قدِ بالا
لاشے کو تو معراج تھی دوشِ شہِ دیں پر
اور پاؤں رگڑتے ہوئے آتے تھے زمیں پر

۱۵۴ سیدانیوں میں لاشۂ عباسؑ جو آیا — گھبرا گئیں، بہلا کے سکینہ کو چھپایا!
اور جعفرِ طیارؑ کی مسند کو بچھایا — آہستہ یہ لاشہ اسی مسند پہ لٹایا
شہ بولے : علم دار سفر کر گئے زینبؑ!
لشکر کا ہوا خاتمہ ہم مر گئے زینبؑ!

۱۵۵ جعفرؑ کے عزادار ہوئے تھے مرے نانا  اور ان کے یتیموں کے لیے بھیجا تھا کھانا
دنیا سے مرے بھائی ہوئے آج روانا  لازم ہے طعام ان کے یتیموں کو کھلانا
اس داغ سے دل میں مرے ناسور ہے زینبؑ
پانی کا بھی ہم کو نہیں مقدور ہے زینبؑ

۱۵۶ اب لاش پہ ہر سوگ نشیں اشک بہائے  زینبؑ نے کہا پہلے بہن رونے کو جائے
یاں سے تو نبی زادی چلی سر کو جھکائے  واں بیوہ نے مردے کے کٹے شانے ہلائے
چلّائی کہ صاحب مرے، تسلیم کو اٹھو
ہمشیرِ حسینؑ آتی ہے، تعظیم کو اٹھو

۱۵۷ زینبؑ نے کہا: سونے کی یہ کون گھڑی ہے  اے بھائی اٹھو! فوجِ ستم سر پہ کھڑی ہے
رو لوں گی میں، رونے کو تو سب عمر پڑی ہے  پر اب تو مجھے تم سے شکایت یہ بڑی ہے
اس وقت سدھارے جو ملاقاتِ نبیؐ کو
عباس! کسے سونپا حسینؑ ابنِ علیؑ کو؟

۱۵۸ ناگاہ، کہا ماں سے سکینہ نے: یہ کیا ہے؟  دم گھٹتا ہے تم نے مجھے کیوں روک رکھا ہے
پھوپھی کے کنبہ مرا کیوں صرفِ بکا ہے؟  بی بی، کہیں مظلوموں کا مرنا بھی چھپا ہے؟
میں نے انھیں مشکیزہ دیا کیا کہ خطا کی
اب لاش بھی مجھ کو نہ دکھاؤ گی چچا کی

۱۵۹ اماں مجھے عمّوؑ کی زیارت سے نہ ترساؤ  گر ہوں میں گنہ گار، سفارش مری فرماؤ
رومال سے تم ہاتھ مرے باندھ کے لے جاؤ  دیدار چچا کا اسی تقریب سے دکھلاؤ
لونڈی کی طرح گردِ علم دار پھروں گی
زانو پہ نہ بیٹھوں گی، میں قدموں پہ گروں گی

۱۶۰ پھر گود سے ماں کی وہ تڑپ کر اتر آئی  منہ پیٹ کے بالائے جبیں خاک لگائی
اور ننھے سے ہاتھوں سے ذرا بھیڑ ہٹائی  منہ پیٹ کے بانو نے یہ فریاد مچائی
اب مجھ سے سنبھالی نہیں جاتی ہے سکینہ
اے بی بیو ہشیار کہ آتی ہے سکینہ



۱۶۱ زینبؑ نے ردا لاش پہ جلدی سے اڑھائی  آ پہنچی یہ کہتی ہوئی وہ شاہ کی جائی
عموؑ کی زیارت کو گنہ گار ہے آئی  پھر ننھی سی گردن پئے تسلیم جھکائی
چلّائی چچی: یہ بھی کہیں ہوتا ہے بی بی؟
مجرا کسے کرتی ہو، چچا سوتا ہے بی بی!

۱۶۲ منہ دیکھ کے بے ساختہ چلّائی وہ ناداں  جی ہاں مجھے معلوم ہے، سوتے ہیں چچا جاں
کب اٹھیں گے؟ وہ بولی: قیامت کو میں قرباں  لاشے سے اٹھانے لگی چادر کو وہ حیراں
اک حشر ہوا، روحِ علیؑ آئی نجف سے
منہ پھر گیا لاشے کا سکینہ کی طرف سے

۱۶۳ دل ہلنے لگا سہم کے بولی وہ دل افگار  اللہ، چچا! ایسے سکینہ سے ہوئے زار
ہم نے تمہیں مجرا کیا جھک جھک کے کئی بار  تم نے نہ بلایا، نہ دعا دی، نہ کیا پیار
تقصیر ہے یہ مشک کے دینے کی تو کہہ دو
کھائی ہو قسم گود میں لینے کی تو کہہ دو

۱۶۴ یہ کہہ کے بڑھی پھاڑ کے ننھا سا گریباں  مردے پہ گری کہہ کے، چچا جان، چچا جان،
لاشے سے ندا آئی: میں قربان میں قربان،  شرمندہ ہوں، آزردہ نہیں اے مری نادان،
قابل ترے سوغات بھی رکھتا نہیں عباس
کیا گود میں لے، ہات بھی رکھتا نہیں عباس

۱۶۵ شیعوں میں دبیر اب نہیں مقدور فغاں کا  ہر شہر میں شہرہ ہے تری نظم و بیاں کا
دے واسطہ عباسؑ کو شاہِ دوجہاں کا  لے تشنہ صعوباتِ دوعالم کی اماں کا
اقلیمِ سخن تو نے جو قبضے میں کیا ہے
جوہر یہ تجھے سیفِ الٰہی نے دیا ہے